فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۷۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کبوتر کا کیا حکم ہے؟

جواب: کبوتر بالا جماع حلال پرندہ ہے۔

(الإقناع في مسائل الإجماع لابن القطان : 323/1)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات اس کی ذات کا غیر نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے حسنیٰ اور صفات کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوهُ بِهَا﴾ (الأعراف : ۱۸۰)

''اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، تم اسے انہیں کے ساتھ پکارو۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی﴾ (طٰهٰ : ۸)

''اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، اس کے خوبصورت نام ہیں۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی﴾

(بني إسرائيل : ۱۱۰)

''(اے نبی!) کہہ دیجئے! اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن، جیسے بھی پکارو، اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔''

سوال: فقہی اصطلاح میں ''حوالہ'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: ''حوالہ'' کا معنی ''منتقل کرنا'' ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے قرض لیا ہے، تو مقروض اپنا قرض کسی دوسرے شخص کے ذمہ منوا دے، مثلاً زید نے بکر سے قرض لیا، اب زید بکر سے کہتا ہے کہ میں آپ کو اسلم سے ملوا دیتا ہوں، میرا قرض وہ ادا کرے گا، اسلم اس قرض کی ذمہ داری لے لیتا ہے۔ اسے ''حوالہ'' کہتے ہیں۔

سوال: روایت: ''جس نے مؤمن مردوں اور عورتوں کے لیے استغفار کی، اس کے لیے ہر مؤمن مرد و عورت کے بدلے میں ایک نیکی لکھی جائے گی۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ حَسَنَةً .

''جس نے مؤمن مردوں اور عورتوں کے لیے استغفار کی، تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ ہر مؤمن مرد و عورت کے بدلے میں ایک نیکی لکھ دیتے ہیں۔''

(مسند الشّاميّين للطّبراني : 2155)

اس کی سند ضعیف ہے۔

① بکر بن خنیس ضعیف ہے۔

② عتبہ بن حمید کی تضعیف ہی راجح ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير : 195/3)

③ عیسیٰ بن سنان بھی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

❁ اسی معنی کی روایت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

(المعجم الكبير للطّبراني : 877)

اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ ابواُمیہ، اسماعیل بن یعلی ''متروک'' ہے۔

❁ تقریباً اسی معنی کی روایت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(التّاريخ الكبير للبخاري : 219/4)

سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شعیب بن کیسان (حسن الحدیث) نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔

سوال: غیر اللہ کی پکار کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مدد دو طرح کی ہوتی ہے؛ فوق الاسباب مدد، تحت الاسباب مدد۔ تحت الاسباب مدد اس زندہ شخص سے لی جاسکتی ہے، جو اس پر قدرت رکھتا ہو۔ یہ انسانی ضرورت ہے۔ یہ مدد زندوں سے مانگی جاسکتی ہے، مردوں سے نہیں، کیونکہ مردہ اس پر قادر نہیں۔ جبکہ فوق الاسباب مدد صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کی جاسکتی ہے، اس مدد کے لیے غیر اللہ کی پکار شرک ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مِثْلُ هٰذَا كَثِيرٌ فِي الْقُرْآنِ؛ يَنْهٰى أَنْ يُدْعٰى غَيْرُ اللّٰهِ لَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَلَا الْأَنْبِيَاءِ وَلَا غَيْرِهِمْ؛ فَإِنَّ هٰذَا شِرْكٌ أَوْ ذَرِيعَةٌ

إِلَى الشِّرْكِ؛ بِخِلَافِ مَا يُطْلَبُ مِنْ أَحَدِهِمْ فِي حَيَاتِهِ مِنْ الدُّعَاءِ وَالشَّفَاعَةِ فَإِنَّهُ لَا يُفْضِي إِلَى ذٰلِكَ؛ فَإِنَّ أَحَدًا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ لَمْ يُعْبَدْ فِي حَيَاتِهِ بِحَضْرَتِهِ فَإِنَّهُ يَنْهٰى مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ؛ بِخِلَافِ دُعَائِهِمْ بَعْدَ مَوْتِهِمْ فَإِنَّ ذٰلِكَ ذَرِيعَةٌ إِلَى الشِّرْكِ بِهِمْ وَكَذٰلِكَ دُعَاؤُهُمْ فِي مَغِيبِهِمْ هُوَ ذَرِيعَةٌ إِلَى الشِّرْكِ، فَمَنْ رَأَى نَبِيًّا أَوْ مَلَكًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَقَالَ لَهُ «اُدْعُ لِي» لَمْ يُفْضِ ذٰلِكَ إِلَى الشِّرْكِ بِهٖ بِخِلَافِ مَنْ دَعَاهُ فِي مَغِيبِهٖ فَإِنَّ ذٰلِكَ يُفْضِى إِلَى الشِّرْكِ بِهِ كَمَا قَدْ وَقَعَ فَإِنَّ الْغَائِبَ وَالْمَيِّتَ لَا يَنْهَى مَنْ يُشْرِكُ بَلْ إِذَا تَعَلَّقَتْ الْقُلُوبُ بِدُعَائِهِ وَشَفَاعَتِهِ أَفْضَى ذَلِكَ إِلَى الشِّرْكِ بِهِ فَدَعَا وَقَصَدَ مَكَانَ قَبْرِهِ أَوْ تِمْثَالِهِ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ كَمَا قَدْ وَقَعَ فِيهِ الْمُشْرِكُونَ وَمَنْ ضَاهَاهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَمُبْتَدِعَةِ الْمُسْلِمِينَ . وَمَعْلُومٌ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ تَدْعُوا لِلْمُؤْمِنِينَ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمْ كَمَا قَالَ تَعَالَى : ﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ﴾ ...... فَالْمَلَائِكَةُ يَسْتَغْفِرُونَ

لِلْمُؤْمِنِينَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَسْأَلَهُمْ أَحَدٌ، ...... وَإِذَا لَمْ يُشْرَعْ دُعَاءُ الْمَلَائِكَةِ لَمْ يُشْرَعْ دُعَاءُ مَنْ مَاتَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَلَا أَنْ نَطْلُبَ مِنْهُمْ الدُّعَاءَ وَالشَّفَاعَةَ وَإِنْ كَانُوا يَدْعَوْنَ وَيَشْفَعُونَ لِوَجْهَيْنِ؛ أَحَدُهُمَا : أَنَّ مَا أَمَرَهُمْ اللّٰهُ بِهٖ مِنْ ذٰلِكَ هُمْ يَفْعَلُونَهٗ وَإِنْ لَمْ يُطْلَبْ مِنْهُمْ وَمَا لَمْ يُؤْمَرُوا بِهِ لَا يَفْعَلُونَهٗ وَلَوْ طُلِبَ مِنْهُمْ فَلَا فَائِدَةَ فِى الطَّلَبِ مِنْهُمْ، الثَّانِي : أَنَّ دُعَاءَ هُمْ وَطَلَبَ الشَّفَاعَةِ مِنْهُمْ فِى هَذِهِ الْحَالِ يُفْضِي إِلَى الشِّرْكِ بِهِمْ فَفِيهِ هٰذِهِ الْمَفْسَدَةُ فَلَوْ قُدِّرَ أَنَّ فِيهِ مَصْلَحَةً لَكَانَتْ هَذِهِ الْمَفْسَدَةُ رَاجِحَةً فَكَيْفَ وَلَا مَصْلَحَةَ فِيهِ؛ بِخِلَافِ الطَّلَبِ مِنْهُمْ فِي حَيَاتِهِمْ وَحُضُورِهِمْ فَإِنَّهٗ لَا مَفْسَدَةَ فِيهِ؛ فَإِنَّهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْ الشِّرْكِ بِهِمْ، بَلْ فِيهِ مَنْفَعَةٌ وَهُوَ أَنَّهُمْ يُثَابُونَ وَيُؤْجَرُونَ عَلَى مَا يَفْعَلُونَهُ حِينَئِذٍ مِنْ نَفْعِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ فَإِنَّهُمْ فِى دَارِ الْعَمَلِ وَالتَّكْلِيفِ وَشَفَاعَتُهُمْ فِى الْآخِرَةِ فِيهَا إِظْهَارُ كَرَامَةِ اللّٰهِ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

’’اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی ایک مقامات پر منع کیا ہے کہ غیر اللہ سے مدد مانگی جائے، نہ فرشتوں سے اور نہ انبیائے وغیرہ سے، کیونکہ یہ شرک ہے یا شرک تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اس کے برخلاف اگر کسی سے زندگی میں دعا یا

سفارش کرائی جائے، تو یہ شرک کا ذریعہ نہیں بنتا۔ اس لیے کہ کسی بھی نبی یا ولی کی زندگی میں اور اس کی موجودگی میں اس کی عبادت نہیں کی گئی، کیونکہ وہ ایسا کرنے سے منع کرتے تھے۔ لیکن ان کی وفات کے بعد انہیں پکارنا شرک کا ذریعہ ہے، اسی طرح ان کی غیر موجودگی میں پکارنا بھی شرک کا ذریعہ ہے، البتہ جس نے کسی نبی یا فرشتے کو دیکھا اور اس سے دعا کی درخواست کی، تو یہ شرک کا سبب نہیں، لیکن جو نبی یا فرشتے کی غیر موجودگی میں پکارے، تو یہ شرک کا سبب ہے، یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہے، کیونکہ غائب اور فوت شدہ کسی کو شرک سے نہیں روک سکتے، بلکہ جب دلوں میں ان کی پکار کرنے یا ان سے شفاعت کرانے کا ارادہ ہوگا، تو یہ شرک کا ذریعہ بن جائے گا، یوں وہ انہیں پکارنے لگے گا اور ان کی قبر یا مورتی وغیرہ کا قصد کرے گا، جیسا کہ مشرکین اور ان کے ہم نوا اہل کتاب اور مسلمانوں میں سے اہل بدعت نے کیا ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ فرشتے مؤمنوں کے لیے دعا واستغفار کرتے ہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ﴾ ’’حاملین عرش اور اردگرد کے فرشتے اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں، اس پر ایمان لاتے ہیں اور مؤمنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں (کہتے ہیں؛) ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر شے کو شامل ہے، تو ان لوگوں کو معاف فرما دے، جو توبہ کرتے ہیں اور تیرے

رستے کا اتباع کرتے ہیں اور تو انہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما۔''......پس فرشتے مؤمنوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں، حالانکہ کسی نے ان سے دعا کی اپیل نہیں کی ہوتی۔ ...... جب فرشتوں کو پکارنا مشروع و جائز نہیں، تو فوت شدہ انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو پکارنا بھی مشروع نہیں، نیز ہمارے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ ہم ان سے دعا یا شفاعت کا مطالبہ کریں۔ فرشتے وغیرہ جو ہمارے لیے دعا اور شفاعت کرتے ہیں، اس کی دو صورتیں ہیں؛① جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے، وہ کرتے ہیں، کوئی ان سے دعا کی درخواست نہ بھی کرے۔ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم نہیں دیا، وہ نہیں کرتے، ایسی چیز کا اگر ان سے مطالبہ کیا جائے، تو اس مطالبے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ② اس حالت میں ان سے دعا یا شفاعت کا مطالبہ کرنا شرک کا ذریعہ ہے، لہٰذا اس (وفات کے بعد پکارنے) میں یہ خرابی ہے۔ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ اس میں مصلحت بھی ہے، تب بھی اس کی خرابی مصلحت پر راجح ہوگی، تو جس میں مصلحت ہی نہ ہو، اس کا کیا حکم ہوگا! اس کے برخلاف انبیائے وصلحا کی زندگی میں اور ان کی موجودگی میں ان سے دعا یا شفاعت کا مطالبہ کرنے میں کوئی خرابی نہیں، کیونکہ وہ شرک سے روکتے تھے، بلکہ اس میں منفعت ہے، وہ اس طرح کہ جب وہ مخلوق کے فائدہ کے لیے کوئی عمل کریں گے، تو انہیں اجر و ثواب ملے گا، کیونکہ وہ دار العمل میں ہیں اور روزِ قیامت جو وہ شفاعت کریں گے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی عزت و احترام کے اظہار کے لیے ہوگا۔''

(قاعدة جَليلة في التّوسل والوَسيلة :1/52-54، مَجموع الفتاوىٰ :1/179)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''مردوں سے حاجات طلب کرنا، ان سے مدد مانگنا اوران کی طرف رجوع کرنا بھی شرک کی اقسام میں سے ہے۔ کائنات کے شرک کرنے کی وجہ یہی ہے۔ میت کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، وہ اپنی ذات کے لیے نفع ونقصان کا مالک نہیں، چہ جائیکہ اس کے نفع ونقصان کا مالک ہو، جو اس سے مدد مانگ رہا ہے، اس سے اپنی ضرورت پوری کرنا کا طالب ہے یا اس سے اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کرنے کا سوال کر رہا ہو۔ یہ سفارش کرنے والے اور جس کے لیے سفارش کی جا رہی ہے، کے متعلق اس شخص کی جہالت ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مدد کے لیے پکارنے اور سوال کرنے کو اپنی اجازت کا سبب نہیں بنایا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کا سبب کمال توحید ہے۔ جبکہ یہ مشرک ایسا سبب پیش کر رہا ہے، جو سفارش کی اجازت کے لیے مانع ہے، یہ تو ایسے ہی ہے، جیسے کوئی اپنی ضرورت کے لیے ایسی چیز سے مدد مانگے، جو اس کی ضرورت کے حصول کے لیے مانع ہو۔ ہر مشرک کی یہی حالت ہے۔ میت تو خود محتاج ہوتی ہے کہ کوئی اس کے لیے دعا کرے، کوئی اس کے لیے رحم کا سوال کرے اور کوئی اس کے لیے استغفار کرے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں نصیحت کی ہے کہ جب ہم مسلمانوں کے قبرستان کی زیارت کریں، تو ان کے لیے رحم کی دعا کریں اور ان کے لیے عافیت اور مغفرت کا سوال کریں۔ مگر مشرکین اس کے

برعکس کرتے ہیں۔ وہ قبروں کی زیارت اس لیے کرتے ہیں کہ ان کی عبادت کریں، ان سے حاجات طلب کریں اور ان سے مدد مانگیں۔ وہ ان کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا دیتے ہیں، ان کی طرف قصد کرنے کو حج کا نام دیتے ہیں، ان کے پاس ٹھہرتے ہیں، اپنے سر مونڈتے ہیں۔ وہ معبود برحق کے ساتھ شرک کرتے ہیں، دین کو بدلتے ہیں، اہل توحید سے دشمنی رکھتے ہیں اور مؤحدین کو فوت شدگان کا گستاخ قرار دیتے ہیں۔ جبکہ یہ خود شرک کے ساتھ خالق کی گستاخی کرتے ہیں اور اللہ کے اہل توحید دوستوں کی بھی تنقیص کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرہ برابر بھی شرک نہیں کرتے۔ یہ لوگ ان مؤحدین کی مذمت کرتے ہیں، ان پر عیب جوئی کرتے ہیں اور ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ان ہستیوں کے بھی سخت گستاخ ہیں، جنہیں یہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں، کیونکہ یہ گمان کیے بیٹھے ہیں کہ وہ ان کے اس اقدام سے راضی ہیں، اس کا حکم انہیں ان ہستیوں نے ہی دیا ہے اور وہ اس وجہ سے ان سے محبت کرتی ہیں۔ یہ لوگ ہر زمان ومکان میں تشریف لانے والے رسولوں اور توحید کے دشمن ہیں۔......اس شرک اکبر سے وہی نجات پا سکتا ہے، جو توحید کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کر دے، اللہ کے لیے مشرکوں سے عداوت رکھے اور ان سے بغض وعناد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب اختیار کرے۔ صرف اللہ تعالیٰ کا اپنا دوست، الہ اور معبود بنا لے اور اپنی محبت، خوف، اُمید، عاجزی، توکل، استعانت، التجا اور استغاثہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر دے، اپنے قصد وارادہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر دے، اس کے حکم کا متبع بن جائے اور

اس کی رضا کا متلاشی ہو جائے، جب سوال کرے، اللہ سے سوال کرے، جب مدد مانگے، تو اللہ سے مانگے اور جب عمل کرے، تو اللہ تعالیٰ کے لیے کرے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے گا، اسے اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد حاصل ہو جائے گی۔''

(مَدارج السّالکین :346/1)

سوال: مباہلہ کے لیے آگ میں کودنا کیسا ہے؟

جواب: مباہلہ دراصل فریقین کا ایک دوسرے پر ہلاکت کی بددعا کرنا ہے کہ ان میں سے جو باطل پر ہوا، وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہو جائے گا۔ ایسا نہیں کہ دونوں فریق آگ میں چھلانگ لگائیں، یا سمندر میں کود یں، یا ہلاکت کا کوئی اور ذریعہ اختیار کریں، تو جو بچ گیا، وہ حق پر اور جو ہلاک ہو گیا، وہ باطل پر ہوگا۔ مباہلہ کا یہ طریقہ اسلاف امت میں نہیں ملتا، لہٰذا یہ ناجائز اور حرام ہے، بلکہ یہ خودکشی ہے۔ حق و باطل میں فرق دلائل و براہین سے کیا جاتا ہے، نہ کہ آگ میں کود کر۔ آگ کا کام جلانا ہے، وہ ہر ایک کو جلا سکتی ہے۔

سوال: نکاح متعہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: شروع اسلام میں متعہ کی رخصت تھی، اس کے بعد متعہ حرام کر دیا گیا، اب یہ قیامت تک حرام ہے اور اس کے حرام ہونے پر احادیث متواترہ کے ساتھ ساتھ امت کا اجماع ہے۔

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

اِنْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلٰی تَحْرِیمِهَا .

''متعہ کے حرام ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔''

(المَسالك في شرح مؤطإ مالك : 510/5)

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ کو سہو ہو سکتا تھا؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تبلیغ رسالت کے علاوہ اُمور میں نبی کریم ﷺ کو سہو ونسیان ہونا ثابت ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ الصُّوفِيَّةِ وَمُتَابِعِيهِمْ لَا يَجُوزُ السَّهْوُ عَلَيْهِ أَصْلًا فِي شَيْءٍ وَّإِنَّمَا يَقَعُ مِنْهُ صُورَتُهٗ لَيْسَ إِلَّا وَهٰذَا تَنَاقُضٌ مَرْدُودٌ وَلَمْ يَقُلْ بِهٰذَا أَحَدٌ مِمَّنْ يُقْتَدٰى بِهٖ .

''بعض صوفیا اوران کے پیروکاروں کا کہنا ہے کہ نبی کو کسی چیز میں سہو ہو ہی نہیں سکتا، جو واقع ہوا ہے، وہ دکھانے کے لیے تھا۔ یہ مردود تناقض ہے، یہ بات کسی بھی قابل اعتماد انسان نے نہیں کہی۔''

(شرح النّووي : 77/6)

❁ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (٧٠٢ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ يَدُلُّ عَلٰى جَوَازِ السَّهْوِ فِي الْأَفْعَالِ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، وَهُوَ مَذْهَبُ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ وَالنُّظَّارِ، وَهٰذَا الْحَدِيثُ مِمَّا يَدُلُّ عَلَيْهِ، وَقَدْ صَرَّحَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ في حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ بِأَنَّهٗ يَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ، وَشَذَّتْ طَائِفَةٌ مِنَ الْمُتَوَغِّلِينَ، فَقَالَتْ : لَا يَجُوزُ السَّهْوُ عَلَيْهِ، وَإِنَّمَا يَنْسٰى

عَمْدًا، وَيَتَعَمَّدُ صُورَةَ النِّسْيَانِ لِيَسُنَّ، وَهٰذَا قَطْعًا بَاطِلٌ، لِإِخْبَارِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّهُ يَنْسٰى؛ وَلِأَنَّ الْأَفْعَالَ الْعَمْدِيَّةَ تُبْطِلُ الصَّلَاةَ.

''یہ حدیث دلیل ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو افعال میں سہو ہو سکتا ہے، اکثر اہل علم اور محققین کا یہی مذہب ہے، یہ حدیث بھی اس پر دلالت کناں ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث میں صراحت کر دی ہے کہ جیسے لوگوں کو سہو ہو جاتا ہے، انہیں بھی ہو جاتا ہے۔ غلو کرنے والی ایک جماعت نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو نہیں ہو سکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جان بوجھ کر سہو کرتے ہیں اور عمداً نسیان کی صورت اختیار کرتے ہیں، تاکہ آپ سے طریقہ سیکھ لیا جائے۔ یہ بات بالکل باطل ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خبر دی ہے کہ آپ کو سہو ہو جاتا ہے، نیز اس لیے بھی کہ نماز میں جان بوجھ کر عمل کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔''

(إحكام الأحكام شرح عُمدة الأحكام: 271/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ السَّهْوِ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَأَنَّ ذٰلِكَ لَا يَقْدَحُ فِي عُلُوِّ مَنْصِبِهِمْ.

''یہ حدیث دلیل ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو سہو ہو سکتا تھا، نیز یہ ان کے بلند مقام و مرتبہ میں عیب و قدح کا باعث نہیں۔''

(فتح الباري: 462/6)

(سوال): کیا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن جلایا تھا؟

(جواب): سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے قرآن کریم جلانا ثابت نہیں، یہ آپ رضی اللہ عنہ پر بعض لوگوں کا اتہام ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ جامع القرآن ہیں۔

❀ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھنا ثابت ہے۔

(شرح معاني الآثار للطّحاوي :294/1، سنن الدّارقطني : 34/2، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا انس بن مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّينَ الثَّلَاثَةِ : إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْآنِ فَاكْتُبُوهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ، فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا حَتّٰى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ، رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلٰى حَفْصَةَ، وَأَرْسَلَ إِلٰى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِّمَّا نَسَخُوا، وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ، أَنْ يُحْرَقَ .

''سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تین قریشیوں سے کہا: اگر تمہارا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قرآن کے کسی حصہ کے بارے اختلاف ہو جائے، تو اسے قریش کی زبان میں لکھ دینا، کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ تو انہوں نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ جب صحیفوں سے نسخے تیار کر دیے گئے، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ صحیفے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیے اور تیار کردہ نسخوں میں سے ایک ایک نسخہ ہر علاقے میں بھیج دیا، اس کے علاوہ قرآن کے جتنے بھی صحائف تھے، سب کو جلانے کا حکم فرمایا۔''

(صحیح البخاري : 4987)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کو نہیں جلایا، بلکہ قرآن کے وہ نسخے جلائے، جو زوائد تھے اور اُمت کو ایک مصحف پر جمع کر دیا، ایسا انہوں نے قرآن کی حفاظت وصیانت کے لیے کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے مصحف کو مختلف علاقوں میں نشر کیا، لہٰذا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قرآن کو پھیلانے والے تھے، نہ کہ مٹانے والے۔

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) لکھتے ہیں:

فِي أَمْرِ عُثْمَانَ بِتَحْرِيقِ الصُّحُفِ وَالْمَصَاحِفِ حِينَ جَمَعَ الْقُرْآنَ جَوَازُ تَحْرِيقِ الْكُتُبِ الَّتِي فِيهَا أَسْمَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَأَنَّ ذٰلِكَ إِكْرَامٌ لَّهَا، وَصَيَانَةٌ مِّنَ الْوَطْءِ بِالْأَقْدَامِ وَطَرْحِهَا فِي ضَيَاعٍ مِّنَ الْأَرْضِ .

”قرآن کو (کتابی شکل میں) جمع کرنے کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بقیہ تمام صحائف کو جلا دینے کا حکم دینے میں جواز ہے کہ ان کتب کو جلانا جائز ہے، جن میں اللہ کے نام درج ہوتے ہیں، یہ ان کتب کی عزت اور پاؤں میں روندے جانے سے حفاظت ہے۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ ان کتب کو غیر آباد زمینوں کے سپرد کر دیا جائے۔“

(شرح صحیح البخاري : 226/10)

❁ علامہ زرکشی رحمہ اللہ (۷۹۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهُمْ إِنَّهٗ أَحْرَقَ الْمَصَاحِفَ ...... أَنَّهٗ أَحْرَقَ مَصَاحِفَ قَدْ أُودِعَتْ مَا لَا يُحِلُّ قِرَاءَ تُهٗ، وَفِي الْجُمْلَةِ إِنَّهٗ إِمَامٌ عَدْلٌ غَيْرُ

مُعَانِدٍ وَلَا طَاعِنٍ فِي التَّنْزِيلِ وَلَمْ يَحْرِقْ إِلَّا مَا يَجِبُ إِحْرَاقُهُ وَلِهٰذَا لَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ أَحَدٌ ذٰلِكَ .

''روافض کا یہ کہنا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو جلا دیا۔......(تو اس کا جواب یہ ہے کہ) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے ان نسخوں کو جلایا، جن کو پڑھنا درست نہ تھا، خلاصہ کلام یہ ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ عادل خلیفہ تھے، قرآن کریم کے دشمن یا اس پر طعن کرنے والے نہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن کے انہی نسخوں کو جلایا، جن کو جلانا واجب تھا، اسی لیے کسی نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر انکار نہیں کیا۔''

(البُرهان في علوم القرآن: 240/1)

سوال: انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننی چاہیے؟

جواب: انگوٹھی پہننے کے متعلق مختلف احادیث آئی ہیں، بعض میں دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا ذکر ہے، تو بعض میں بائیں ہاتھ میں۔ ان احادیث میں جمع وتطبیق کی صورت یہ بنتی ہے کہ دائیں بائیں دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

۞ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

ذٰلِكَ مَحْمُولٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى الْإِبَاحَةِ .

''اہل علم نے دونوں طرف کی احادیث کو اباحت پر محمول کیا ہے۔''

(التّمهيد: 109/17)

۞ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۳۹۲۔۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ ذٰلِكَ مُبَاحٌ، فَأَيَّهُمَا فَعَلَ لَمْ يَكُنْ بِهِ بَأْسٌ .

''دونوں طرح جائز ہے، جونسے ہاتھ میں پہن لے، کوئی حرج نہیں۔''

(الجامع لأخلاق الرّاوي وآداب السّامع :387/1)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا الْحُكْمُ فِي الْمَسْأَلَةِ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ، فَأَجْمَعُوا عَلٰى جَوَازِ التَّخَتُّمِ فِي الْيَمِينِ وَعَلٰى جَوَازِهٖ فِي الْيَسَارِ وَلَا كَرَاهَةَ فِي وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا .

''فقہا کا دائیں و بائیں ہر دو ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے جواز پر اجماع ہے، کسی ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی کراہت نہیں۔''

(شرح صحيح مسلم : 72/14)

(سوال): رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کیسی تھی؟

(جواب): سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ فِي يَمِينِهٖ، فِيهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّهٗ مِمَّا يَلِي كَفَّهٗ .

''رسول اللہ ﷺ چاندی کی انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے، جس میں حبشی (پتھر کا) نگینہ تھا۔ نگینے کا رخ ہتھیلی کی جانب کرتے تھے۔''

(صحيح مسلم : 2094)

(سوال): منگنی کے موقع پر انگوٹھی پہنانا کیسا ہے؟

(جواب): منگنی کے موقع پر انگوٹھی پہنانا نصرانیوں کی عادت ہے، مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ کفار کی مشابہت اختیار کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ اس موقع پر عموماً انگوٹھی سونے کی

پہنائی جاتی ہے، جبکہ سونا مردوں پر حرام ہے۔

سوال: انگوٹھی کس دھات کی ہونی چاہیے؟

جواب: خواتین کسی بھی دھات کی انگوٹھی پہن سکتی ہیں، البتہ مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى خَاتَمًا مِّنْ ذَهَبٍ فِي يَدِ رَجُلٍ، فَنَزَعَهٗ فَطَرَحَهٗ، وَقَالَ : يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهٖ، فَقِيلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :خُذْ خَاتِمَكَ انْتَفِعْ بِهٖ، قَالَ : لَا، وَاللّٰهِ، لَا آخُذُهٗ أَبَدًا وَّقَدْ طَرَحَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، تو اتار کر پھینک دی اور فرمایا: آپ انگارا ہاتھ میں لے لیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد کسی نے اس صحابی سے کہا کہ انگوٹھی اٹھا لیجئے اور اس سے فائدہ حاصل کیجئے، تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! نبی کریم ﷺ نے اسے پھینکا ہے، کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔''

(صحیح مسلم : 2090)

غور کیجئے! نبی کریم ﷺ نے صحابی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھ کر اسے اتار دیتے

ہیں اور صحابی اسے اٹھانا بھی گوارا نہیں کرتے، گو کہ کسی اور ذریعے سے اسے استعمال میں لایا جا سکتا تھا، مگر رضائے رسول سے سرمو انحراف کا یارا نہیں، ایک ہم ہیں، جو ذرا سی فراوانی دیکھ کر تمام احکام شریعت پس پشت ڈال دیتے ہیں اور سونے کی انگوٹھیاں انگلیوں میں جمانے لگتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ شاید یہ ہماری زینت ہے۔ کیا ہم نبی مکرم ﷺ سے بڑھ کر زینت کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں، سونا صرف عورت کے لئے زینت ہے، مرد کے لئے نہیں مرد کی زینت چاندی ہے اور بس۔

❁ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَلْبَسْ حَرِيرًا وَّلَا ذَهَبًا .

''اللہ اور روز آخرت پر جو ایمان رکھتا ہے، ریشم اور سونا نہ پہنے۔''

(مسند الإمام أحمد : 261/5، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا قَدِمَ مِنْ نَجْرَانَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ ذَهَبٍ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ : إِنَّكَ جِئْتَنِي وَفِي يَدِكَ جَمْرَةٌ مِّنْ نَارٍ .

''نجران سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی، تو نبی کریم ﷺ نے اس سے چہرہ پھیر لیا اور فرمایا: آئے میرے پاس ہیں اور آپ کے ہاتھ میں انگارا ہے۔''

(سنن النّسائي : 5188، مسند الإمام أحمد : 14/3، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۴۸۹) نے اس حدیث کو ”صحیح“ کہا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ خَاتَمًا مِّنْ ذَهَبٍ، فَنَبَذَهُ فَقَالَ : لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ .

”رسول اللہ ﷺ سونے کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے، آپ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: میں آئندہ کبھی سونے کی انگوٹھی نہیں پہنوں گا، تو صحابہ نے بھی انگوٹھیاں پھینک دیں۔“

(صحيح البخاري : 5867)

معلوم ہوا کہ مرد کے لئے سونا پہلے درست تھا، بعد میں منسوخ و ممنوع ہو گیا۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں سے منع کیا تھا، ان میں سے ایک سونے کی انگوٹھی تھی۔

(صحيح البخاري : 5863)

سوال: کیا انگوٹھی کے نگینہ پر کچھ تحریر کروایا جا سکتا ہے؟

جواب: انگوٹھی کے نگینہ میں جائز الفاظ تحریر کرائے جا سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے انگوٹھی کے نگینے میں ”محمد رسول اللہ“ نقش تھا۔

(صحيح البخاري : 65، صحيح مسلم : 2092)

سوال: کیا محمد بن قاسم رحمہ اللہ کا سندھ میں آنا ثابت ہے؟

جواب: محمد بن قاسم بن محمد بن حکم ابن ابی عقیل ثقفی رحمہ اللہ (۹۸ھ) کا سندھ میں آنا ثابت نہیں۔ اس واقعہ کا انحصار مندرجہ ذیل سند پر ہے؛

عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَائِنِيِّ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْهِنْدِيِّ عَنْ أَبِي الْفَرَجِ .

(فُتوح البُلدان للبلاذُري، ص261)

یہ سند ثابت نہیں۔

① صاحب کتاب بلاذری کی معتبر توثیق ثابت نہیں۔

②، ③ ابومحمد ہندی اور ابوالفرج دونوں کا تعین اور توثیق نہیں مل سکی۔

❀ تاریخ خلیفہ بن خیاط (ص ۳۰۴، ۳۰۵) والی سند بھی ضعیف ہے۔

اس میں عون بن کہمس مجہول ہے، امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات'' (۸/ ۵۱۵) میں ذکر کیا ہے۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهٗ .

''میں اسے نہیں جانتا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 388/6، وسندهٗ صحيحٌ)

عون بن کہمس کی متقدمین میں سے کسی نے توثیق نہیں کی۔

سوال: کیا ذاتی خادم رکھنا جائز ہے؟

جواب: ذاتی خادم رکھنا جائز ہے، رسول اللہ ﷺ کے بھی ذاتی خادم تھے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ دس سال تک رسول اللہ ﷺ کے خادم رہے۔

(صحيح البخاري : 6038، مسلم : 2309)

البتہ خادمین سے حسن سلوک کیا جائے اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھا جائے، ان کی طاقت سے بڑھ کر ان سے کام نہ لیا جائے، کام میں ان کا ہاتھ بھی بٹایا جائے۔